حقائق وواقعات

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

سوات کا معاہدۂ امن کیوں کر سبوتاژ ہوا؟

۱۵رفروری ۲۰۰۹ء کو پاکستانی حکومت اور تحریکِ نفاذِ شریعت محمدیؐ کے مابین ہونے والے معاہدۂ امن اور نفاذِ شریعت کی ہر مسلمان نے حمایت کی حتیٰ کہ ملا فضل اللہ نے بھی کہا کہ اگر شریعت نافذ ہوجاتی ہے تو وہ اپنا مسلح احتجاج چھوڑ کر پرامن ہوجائیں گے، لیکن افسوس کہ اس معاہدے کے دونوں فریقوں نے اس عظیم کامیابی کو ذمہ داری اور جہد ولگن سے نبھانے کی کوشش نہیں کی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے بدترین ملکی المیے کی صورت میں موجود ہے۔

٭ اس معاہدہ کے ایک فریق صوفی محمد تھے جنہوں نے عظیم ذمہ داری قبول کی، امن مارچ کیا اور امن کیمپ بھی لگایا، اور اس عرصہ کے دوران اُنہوں نے کافی حد تک مسلح عناصر کو کنٹرول کرنے میں کامیابی بھی حاصل کی لیکن وہ میڈیا کے چبھتے سوالات پر مؤمنانہ فراست کا مظاہرہ نہ کرسکے۔ ایک ایسے مرحلے میں جب وہ نفاذ شریعت جیسے اہم نعرے اور ایک عالمی تحریک کی قیادت کررہے تھے جس کے خلاف دنیا کی بڑی قوتیں متفق ومتحد تھیں، اُنہوں نے اپنے آپ کو سوات کے ایک محلے میں بیٹھ کر اہل سوات کے لئے بیانات جاری کرنے والا ہی خیال کیا، اور نفاذِ شریعت جیسی عظیم منزل کو اپنے نادر اور انتہا پسندانہ خیالات سے بری طرح متاثر کیا۔ اُنہیں ابلاغی جنگ کا اِدراک کرنا اور ایمانی فراست کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا، لیکن اُنہوں نے نہ صرف میڈیا کے سوالات کے جواب میں بلکہ اپنے جلسہ عام میں بھی ملک کی مسلمہ دینی قیادت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے پیچھے نماز تک نہ ہونے کی بات کی، اُنہوں نے فتوائے کفر اور پگڑیوں کے رنگوں پر خیال آرائی شروع کی۔ آئین، جمہوریت اور جہادِ کشمیر پر ایسے بیانات دیے جس سے ان کی پیچھے متحد پوری قوم چند دنوں میں ہی ان کی مخالفت میں یکجا ہوگئی۔ اگر ان خیالات میں کوئی وزن بھی تھا تو یہ اُسلوب اور بیانات حکمت وفراست سے خالی تھے، وہ لمحہ

بھر میں پوری قوم کو صرف اپنے بیان کی قوت پر بدل دینا چاہتے تھے!!

ان بیانات کے نتیجے میں ان کا مشن بری طرح متاثر ہوا، اوران کے مخالفین کو جہادِ کشمیر کے خلاف بیان دینے سے اُنہیں بھارتی ایجنٹ، آئین وجمہوریت کے خلاف بیان دینے سے ریاست کا باغی اور دینی قیادت کے خلاف بیان بازی سے متشدد اور انتہا پسند قرار دینے کا موقع ملا۔ امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے ایسے بیانات میں اسلام کی بجائے ان کے ذاتی رجحانات کارفرما تھے جس سے ان کو حاصل ہونے والی اخلاقی تائید ختم ہوکر رہ گئی۔ جولوگ کوڑے لگانے کی خودساختہ ویڈیو سے متاثر نہ ہوئے تھے اوراس کو امریکی سازش باور کرتے تھے، وہ صوفی محمد کے ان بیانات سے لمحوں میں برگشتہ ہوگئے۔

❁ میڈیا نے بھی اس قومی سانحہ کی درست نبض شناسی نہ کرتے ہوئے ماضی کی طرح اس کو دلچسپ چٹکلوں اور غیر ذمہ دارانہ صحافت کے اِظہار کا موقع گردانا۔ اس کے المناک نتائج جو آج برآمد ہورہے ہیں، صد افسوس کہ خود کو باخبر اور باشعور ہونے اور قوم کو بحرانوں سے نکالنے کا دعویٰ کرنے والے میڈیا نے بھی اس المیہ کا ادراک نہ کیا اور صوفی محمد ایسے درویش منش شخص کو پیچیدہ سوالات میں اُلجھایا، ان کے جا بجا انٹرویوز نشر کرکے چبھتے سوالات داغے اور مصالحے دار رپورٹنگ کی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ صوفی محمد کے یہ خیالات کوئی نئے نہیں تھے، لیکن اس موقع پر اُنہیں نمایاں کرکے چھاپنے سے میڈیا نے کس کا مقصد پورا کیا؟ یہ سوچنے کا مقام ہے!

جب صوفی محمد نے آئین پاکستان کو اسلامی قرار دیا اور کہا کہ ہمارے جج حضرات اس اسلامی آئین سے درست فیصلے نہیں کرتے، اس اہم بیان کو اخبارات کے ذیلی سطور میں جگہ دی گئی، لیکن ان کے آئین مخالف خودساختہ بیان کو بڑھا چڑھا کر نشر کیا۔ نان ایشوز کو ایشوز بنا کر قوم کو اُلجھانا اور صوفی محمد سے بیان بازی کروانا میڈیا کا کارنامہ ہے۔ یہ میڈیا اس سے قبل خودساختہ ویڈیو کو بغیر کسی تحقیق کے عوام میں بڑھ چڑھ کر پھیلانے کا سیاہ کارنامہ بھی انجام دے چکا تھا۔ قوم کو امن کی اس منزل سے دور کرنے اور المیہ سوات ومالاکنڈ تک پہنچانے میں میڈیا بھی برابر کا شریک ہے۔ لبرل میڈیا کے کارپردازان نے اپنی شریعت بیزاری کے اظہار کے

لیے اس موقع سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔

ایک طرف میڈیا کی قوم کو رہنمائی کی یہ حالت ہے کہ تین ماہ کے اخبارات پڑھ جائیے، نظامِ عدل کے بارے میں ایک سنجیدہ تجزیہ تو کجا اس کا اُردو ترجمہ بھی آج تک قوم کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکا۔ یاد رہے کہ روزنامہ جنگ میں تاحال اس کا نصف سے کم اور ناقص ترجمہ کئی اقساط میں شائع ہوسکا ہے۔ معاہدۂ امن کے حوالے سے وعدہ خلافی کس نے کی، اس کی سنجیدہ نشاندہی کی بجائے ہمارا بھاری بھرکم میڈیا مصالحے دار خبروں اور اُچٹتے تبصروں پر ہی انحصار کرتا رہا۔ یہ امریکی میڈیا کے اخبارات ہی ہیں جو آئے روز اپنی قوم کی خودساختہ دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان کے ایٹمی پروگراموں اور حکومت کے خلاف نت نئی سازشوں کو ہوا دیتے رہتے ہیں، وہ پوری قوم مل کر ایک جنگ لڑتی اور اپنے شہریوں کو ایک رخ دکھاتی ہے جبکہ ہمارا میڈیا منتشر، غیر ذمہ دار اور اپنے قومی و دینی مقاصد سے ناآشنا ہے جس کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔

❁ تحریک نفاذِ شریعت محمدی اور میڈیا کے ناروا کردار سے بڑھ کر اصل کوتاہی اور عہد شکنی ہماری حکومت نے کی جو دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں شریک ہونے کے جرم کے ساتھ ساتھ مرکزِ ریاست ہونے کے ناطے اپنے تمام شہریوں اور اربابِ ابلاغ کی کوتاہیوں کی بھی ذمہ دار ہے۔ معاہدۂ امن اور اسکے خاتمے کے سنگین مضمرات سے جس قدر حکومت آگاہ ہو سکتی ہے، کوئی اور نہیں ہوسکتا کیونکہ امن وسکون قائم کرنا حکومت کی ہی اوّلین ذمہ داری ہے۔

حکومت نے ۱۵؍فروری کو ایک درویش منش شخص صوفی محمد کو امن کی ذمہ داری سونپ کر پہلے تو دو ماہ تک اس معاہدے کو ٹالے رکھا۔ اس دوران متعدد بار صوفی محمد نے حکومت کو خبردار کیا، ڈیڈ لائنیں دیں اور معاہدۂ امن سے دستبردار ہونے کا کہا، آخر دو ماہ بعد جب ۱۳؍اپریل کو صدر دستخط کرنے پر مجبور ہوگئے تو رہی سہی کسر بیوروکریسی نے پوری کردی۔ نصف صفحے کے معاہدۂ امن میں وہ تمام باتیں جو پہلے سے صراحت کے ساتھ طے کردی گئی تھیں، اُنہی پر بعد میں اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔

◉ سب سے پہلے سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے برتر ہونے کا شوشہ چھوڑا گیا، حالانکہ

معاہدۂ امن میں اس کا تعین واضح طور پر ان الفاظ میں موجود تھا:

''اس [کتاب وسنت، اجماع وقیاس] کے خلاف کوئی فیصلہ قبول نہیں ہوگا، اور اس کی نظر ثانی یعنی اپیل کی صورت میں ڈویژن کی سطح پر دارالقضاء یعنی شرعی عدالت بنچ قائم کردیا جائے گا، جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔''

چند سطری معاہدہ امن کے متن کی اس واضح عبارت کے بعد سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی برتری کی بحث کو اُچھالنے کی بجائے اس کا سیدھا سا مطلب یہ بنتا ہے کہ ڈویژن کی سطح پر سپریم کورٹ کا ایک شرعی عدالت بنچ مقرر کردیا جائے گا جو آخری اتھارٹی ہوگا، لیکن اس پر اخبارات میں بے جا بحث مباحثہ میں وقت صرف کیا گیا۔

◉ پھر اس معاہدہ کا اختتام جس اہم نکتہ پر ہوتا ہے وہ دارالقضا کا قیام ہے، جس کو شورش زدہ علاقے میں دو ماہ سے زیادہ مدت تک مؤخر کیا گیا، پھر دارالقضا کو قائم کرتے ہوئے ایک بار پھر معاہدۂ امن کی واضح خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا۔ چند سطری معاہدہ میں یہ موجود تھا:

''حضرت صوفی محمد بن الحضرت حسن کے باہمی مشورے سے عدالتی شرعی نظام کے ہر نکتے پر تفصیلی غور کرنے بعد اس کا مکمل اطلاق مالاکنڈ ڈویژن بشمول ضلع کوہستان ہزارہ میں امن قائم کرنے کے بعد باہمی مشورہ سے کیا جائے گا۔ ہماری حضرت صوفی محمد بن الحضرت حسن سے درخواست ہے کہ وہ اپنا پرامن احتجاج ختم کرنے کے بعد مالاکنڈ ڈویژن کے تمام علاقوں میں امن قائم کرنے میں حکومت کا ساتھ دیں۔''

معاہدہ کے اس دوسرے اور آخری پیراگراف سے جہاں صوفی محمد کے کردار کا علم ہوتا ہے کہ وہ طالبان کی مسلح سرگرمیوں کے برعکس، اصلاح پسند اور پرامن شخص ہیں، وہاں اس میں واضح طور پر خط کشیدہ الفاظ میں موجود ہے کہ ''دارالقضا کا قیام باہمی مشورہ سے کیا جائے گا۔''

اس مرحلہ پر اے این پی کی سیکولر صوبائی حکومت کا منفی کردار سامنے آیا۔ اس حکومت نے بادلِ نخواستہ امن معاہدہ کیا تھا تاکہ دینی قوت اس پر کاربند نہ رہ کر اتفاق واتحاد اور عوامی تائید سے محروم ہوجائے۔ ہمیں اس کردار کی نشاندہی مختلف مراحل پر نظر آتی ہے، مثلاً

اے این پی کی صوبائی انتظامیہ نے باہمی مشورہ کی بجائے اپنی حکومت کے زعم میں ایسے عدالتی افسران کو 'قاضی' بھرتی کردیا جن کی دینی تعلیم وتربیت اور شریعت کی مہارت سرے سے

موجود ہی نہ تھی۔ جب کہ معاہدۂ عدل کا واضح تقاضا یہ تھا کہ

''❻ ا) مذکورہ علاقے میں تعینات ہونے والے علاقہ قاضی کو شمال مغربی سرحدی صوبے کے عدالتی افسر کا درجہ اور حیثیت حاصل ہوگی۔ بہر نوع اس سلسلے میں ترجیح ان عدالتی افسران کو دی جائے گی جنہوں نے کسی تسلیم شدہ ادارے سے شریعت [illegible] ٹریننگ [illegible] ہو۔''

اِس تسلیم شدہ ادارے کا مطلب بھی نظام عدل ریگولیشن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

❷ ح) ''شریعہ اکیڈمی جسے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۵ء یا کسی ایسے ادارے کے تحت قائم کیا گیا ہو جو شرعی علوم کی تربیت دیتا ہو اور حکومت سے منظور شدہ ہو۔''

اگر اس قاضی کے فرائض کا جائزہ لیا جائے تو اس ریگولیشن میں یہ مذکور ہے کہ

''❾ ۲) قاضی یا ایگزیکٹو مجسٹریٹ، قرآنِ مجید، سنت نبوی ﷺ، اجماع اور قیاس سے، ضروری ہدایات اور رہنمائی کی روشنی میں تمام مقدمات کی کاروائی کو چلائیں گے، جو شرعی قوانین کے طریقۂ کار کے عین مطابق ہوگی اور تمام مقدمات کے فیصلے بھی شریعت کے قوانین کی روشنی میں کئے جائیں گے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات، احکامات اور ہدایات کی تعبیر وتشریح کے پیش نظر قاضی اور ایگزیکٹو مجسٹریٹ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کے مسلمہ اُصولوں کو ہر ہر قدم پر پیش نظر رکھیں گے اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اسلام کے تسلیم شدہ فقہا کی آرا اور خیالات کو بھی مدنظر رکھیں گے۔''

ریگولیشن کے مذکورہ بالا آرٹیکلز کو ملا کر پڑھا جائے تو اس کا نتیجہ شریعت کے تعلیم یافتہ اور ماہر قاضی کی صورت میں ہی نکلتا ہے کیونکہ متعدد جرائم ومسائل ایسے بھی ہیں جن کی نہ صرف قانونی دفعہ بندی موجود نہیں تھی بلکہ خلافِ اسلام ہونے کے ناطے ان میں سے بیشتر معاہدہ کی رو سے منسوخ ہوچکے تھے، ظاہر ہے کہ ایسے کیسوں میں شریعت کا ماہر قاضی ہی کوئی فیصلہ کرسکتا ہے، نہ کہ انگریزی لا کا تعلیم یافتہ کوئی جج...... بالخصوص اس وقت جبکہ معاہدۂ امن کے متن میں دار القضا کے قیام پر باہمی مشورہ کی واضح شرط بھی موجود ہے۔

اے این پی کی حکومت نے جو اَب تک بڑے زور وشور سے صدر کو نظامِ عدل پر دستخط کرنے کا مطالبہ کررہی تھی، اس اہم اور فیصلہ کن مرحلہ پر یوٹرن لیا اور صوبہ سرحد کے وزیر اطلاعات اور معاہدۂ امن کے اصل محرک میاں افتخار حسین نے یہ بیان داغ دیا کہ

''ہم نے نظام عدل ریگولیشن تحریکِ نفاذ شریعت محمدی کے کہنے پر نہیں بلکہ اہل سوات کے مطالبے پر نافذ کیا ہے اور ہم اس پر کاربند رہیں گے۔''

الغرض اے این پی نے گویا معاہدۂ امن کی تمامتر پیش قدمی کو خاک میں ملا دیا۔ اس فیصلہ کن مرحلے پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت کو اپنا موقف بدلنے اور معاہدہ امن کو ختم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ اس کے جواب میں عالمی صورتحال اور حکومت کی سیاسی پوزیشن کو سامنے رکھنا ضروری ہے:

فوری آپریشن کی وجہ

معاہدۂ امن پر شدید ترین عوامی دباؤ کے پہلو بہ پہلو وفاقی حکومت امریکہ کے شدید عالمی دباؤ کا شکار تھی، حتیٰ کہ اِنہی دنوں امریکہ نے پاکستان کے آرمی چیف کو انتہائی پسندیدہ اور بااثر ترین شخص قرار دینا شروع کیا، اور پاکستان کی سیاسی حکومت کو ناکام قرار دے کر نواز شریف کی حمایت اور ان کی حکومت قائم کرنے کا تاثر اُبھارنے کی کوشش کی۔ امریکہ نے اس گہری تزویراتی اور سفارتی چال سے ہر پہلو پر کامیابی حاصل کی کہ نواز شریف کو حکومت کا لالچ دے کر ان کے امریکہ مخالف بیانات اور مصالحت جُو موقف میں کمی پیدا کی اور زرداری حکومت کو ڈرا دھمکا کر ان کو اپنی اِطاعت پر مجبور کیا، اور اُنہیں دورۂ امریکہ کی دعوت دے ڈالی، جہاں پہنچنے سے قبل زرداری کے نامہ اعمال میں کچھ ہونا بہر حال ضروری تھا۔

یہی وہ اعصاب شکن سفارتی دباؤ اور چال بازی تھی جس کا سامنا پاکستانی حکومت اور اربابِ سیاست نہ کر سکے اور ۱۳؍اپریل کو صدر کے معاہدۂ امن پر دستخط ہونے اور بونیر و دیر سے صوفی محمد کی تلقین پر شدت پسندوں کے انخلا کے آغاز میں ہی سرحد حکومت نے وفاقی حکومت کے شدید دباؤ پر یوٹرن لیا اور یک لخت تحریکِ نفاذ شریعت محمدی کو اپنے اعتماد سے خارج کر کے مسلح جنگ کا آغاز کر دیا۔ قاضیوں کا تعین وہ آخری نکتہ تھا جس پر تحریکِ نفاذ شریعت اور حکومت میں اِبہام ہوا، اور اسی دن حکومتِ سرحد کا لب ولہجہ تبدیل ہوا اور مسلح آپریشن شروع کر دیا گیا۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ ۱۳؍اپریل کو حکومت پر عوامی دباؤ اس قدر زیادہ تھا کہ صدر کو معاہدہ پر دستخط کیے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ آخر ہفتے عشرے کے اندر کونسا ایسا

اہم واقعہ رونما ہوگیا کہ ۲۶؍اپریل کو لوئر دیر اور ۲۸؍اپریل کو بونیر میں فوجی آپریشن شروع کرنے کے سوا حکومت کو اصلاحِ احوال کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ظاہر ہے کہ ایسا اقدام کسی داخلی ضرورت کی بجائے محض خارجی مصلحت کی بنا پر کیا گیا۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ فیصلہ کن موڑ دیر اور بونیر میں طالبان کی جارحانہ پیش قدمی تھی جس کی وجہ سے حکومت کو یہ یوٹرن لینا پڑا لیکن حقائق سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اوّل تو یہ بات اس وقت تک ہر ایک کے سامنے آچکی ہے کہ طالبان کے نام سے متعدد عناصر ان علاقوں میں سرگرمِ عمل ہیں، جن میں ظلم کے خلاف ردّعمل کرنے والے مجاہدین، علاقے میں شدید مسائل کا شکار ہوکر اُٹھ کھڑا ہونے والا طبقہ، بھارتی وامریکی ایجنٹ اور عام قانون شکن وجرائم پیشہ عناصر وغیرہ شامل ہیں۔ یاد رہے کہ بونیر پرحملہ کرنے والوں نے سب سے پہلے وہاں کے اُمرا کے محلات کو قبضے میں لیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاشرے کے ظلم سے تنگ آئے ہوئے لوگ تھے۔ صوفی محمد نے معاہدۂ امن پر دستخط ہونے کے بعد اپنے زیراثر طالبان کو اس جارحیت سے منع کیا اور اس کے نتیجے میں ۲۴؍اپریل کو طالبان کے انخلا کو بھی ذرائع اِبلاغ نے رپورٹ کیا لیکن دو روز کے اندر اندر کلی نتائج حاصل کرلینا صوفی محمد کے بس میں نہیں تھا۔ یہ بہت ہی اچھا موقع تھا کہ حکومت صوفی محمد سے کیا گیا معاہدہ خلوصِ دل سے پورا کرکے اُنہیں کم از کم اس سے نصف مہلت تو ضرور دیتی جتنی مہلت حکومت نے دو ماہ کے دوران صدارتی دستخط اور دارالقضا کے قیام کے لئے حاصل کی تھی اور اس عرصے میں جہاں صوفی محمد کے کردار کا تعین ہوجاتا، وہاں طالبان کے نام پر غیرملکی ایجنٹ اور قانون شکن عناصر کی نشاندہی بھی ہوجاتی اور اہل پاکستان طالبان کی حقیقت کو اچھی طرح پہچان لیتے کہ آیا یہ دین پسند لوگ ہیں، معاہدہ کے پابندی کرنے والے ہیں؟ یا طالبان کے روپ میں امریکی ایجنڈے پر کاربند غیرملکی دہشت گرد ہیں۔

صوفی محمد نے غیر دانش مندانہ بیان بازی کے ذریعے اگر پہلے ہی اپنی ساکھ متاثر نہ کرلی ہوتی یا میڈیا حکومت کی عہد شکنی کے اس اہم نکتہ کو اُجاگر کرتا اور تحریکِ طالبان اور تحریک شریعت میں فرق عوام کے سامنے واضح ہوتا تو حکومت کبھی اس قدر عجلت میں امریکہ نوازی اور

ملک میں جنگ بازی کا سلسلہ شروع نہ کر پاتی۔ آج تمام سیاستدانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپریشن عجلت میں شروع کیا گیا، یہ عجلت امریکی دھمکیوں اور امریکی دورے کی تھی جس کے بعد صدر ذی وقار کا ۲۱ دنوں پر محیط دورہ دنیا بھر سے اپنے اس حق خدمت کی وصولی کے لئے تھا جو وہ امریکہ بہادر کی تائید میں اپنے ہی ملک میں اس کی تلقین پر عمل درآمد کی صورت انجام دے رہے تھے۔

اہل پاکستان بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے صدرِ محترم دباؤ کا سامنا نہیں کر پاتے، وہ تمام کام بھی کرتے ہیں اور آخر کار دباؤ پڑنے پر یوٹرن بھی لیتے ہیں۔ لانگ مارچ اس کی تازہ مثال ہے، چیف جسٹس کی بحالی صدر پر شدید ترین دباؤ کا نتیجہ ہے جس نے حکومت کے کئی ماہ پر محیط موقف کو اُلٹا کر رکھ دیا، اسی طرح مسلح آپریشن 'راہِ حق' بھی عالمی دباؤ کا نتیجہ ہے جس نے قومی اُمنگوں اور ملی مفاد کو دھندلا کر دیا۔ آج تمام خواہشات غیروں کی پوری ہو رہی ہیں اور پاکستانی قوم آپس میں برسرپیکار ہے، پاکستانی سرزمین پاکستان کے اپنے ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے گولہ بارود سے ادھیڑی جارہی ہے اور ایک اور لال مسجد کا سانحہ جنم لے رہا ہے!

جہاں تک صوفی محمد کا تعلق ہے تو امن قائم کرنے کی اس پیش کش پر وہ آج تک قائم ہیں جیسا کہ اپنے تازہ بیان میں بھی اُنہوں نے کہا:

''اب بھی نظام عدل معاہدے کے مطابق نافذ کیا جائے تو امن کی ذمہ داری لیں گے!

''مولانا صوفی محمد نے کہا ہے کہ نفاذِ شریعت اور حکومتی رٹ کی بحالی کے علاوہ ہمارے کوئی اور عزائم نہیں، حکومت نے دو مرتبہ معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ گزشتہ روز ایک تحریری بیان میں صوفی محمد نے کہا کہ اگر مالاکنڈ ڈویژن میں نظام عدل معاہدے کو نفاذ کیا جائے تو حکومت کی رٹ بحال کرنے اور امن عامہ کے قیام کی ذمہ داری تحریکِ نفاذ شریعت پر ہوگی۔ فوج اور پولیس عوام کے محافظین اور نظامِ عدل کی مخالفت کرنے والے باغی ہوں گے اور ان کے لئے واجب القتل کا اعلان کیا جائے گا مگر حکومت ہی نہیں چاہتی اور ہمارے خلاف میڈیا وار شروع کر دی۔ تحریک نفاذِ شریعت کے ترجمان امیر عزت خان نے کہا کہ ہم اب بھی معاہدے پر قائم ہیں۔ حکومت آپریشن بند کر دے اور عملی طور پر شریعت نافذ کرے تو امن کی ذمہ داری ہماری ہوگی اور اگر حکومت امن قائم کرے تو ہم پانچ سال تک شریعت کا مطالبہ نہیں کریں

گئے۔'' (روزنامہ جنگ: ۱۱؍مئی ۲۰۰۹ء)

اس پیش کش کے باوجود فوج کا ان کے بیٹے کو شہید کرنا یا اُن کو گرفتار کرنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ حکومت اُنہیں امن کے لئے کوششیں کرنے والے کی بجائے طالبان کی طرح ہی متحارب فریق باور کرتی ہے۔ ۵؍جون کو اخبارات میں ان کی گرفتاری کی خبر اس سیاق میں شائع کی گئی جیسے وہ بھی حکومت کے خلاف جنگ کے ہراول دستہ میں ہوں، حالانکہ حقائق یہ ہیں کہ صوفی محمد تو کئی روز سے اپنے علاج کیلئے پشاور میں موجود اور ہر فرد کی دسترس میں ہیں جبکہ خبر رساں ایجنسیاں اُنہیں جنگ میں شریک بتا کر پاکستانی عوام کو مغالطہ دے رہی ہیں۔

یہ اس پس منظر کی حقیقت ہے جو پاکستان میں موجودہ آپریشن کا سبب باور کرایا جاتا ہے۔ لیکن آخرکار آپریشن کا خاتمہ اور امن وامان کا قیام ہم وطنوں سے مصالحت کی صورت ہی نکلے گا کیونکہ ماضی میں کبھی فوجی آپریشنوں کے نتائج قوم وملت کے حق میں اچھے نہیں نکلے۔ صلح ومفاہمت کے لئے صوفی محمد جیسے متدین و معتمد شخص کا وجود ایک نعمت سے کم نہیں ہے، ان حالات میں سیکورٹی فورسز کا صوفی محمد کے ترجمان امیر عزت خاں کو اُنہیں جنگ جو کے طور پر متعارف کرانا اور آخرکار شہید کردینا ایک سانحہ سے کم نہیں جس سے کسی ممکنہ مصالحت کو مزید پرے دھکیلا جارہا ہے اور اس سے امریکی مقاصد کی طرف پیش قدمی ہورہی ہے۔

حکومتِ وقت کو یہ ظالمانہ آپریشن فوری طور پر بند کرنا، مظلوم و دین پسند عناصر کے ظلم کا مداوا کرنا اور ان سے صلح کی گفتگو کو شروع کرنا چاہئے۔ اس آپریشن کے دائرۂ عمل کو وزیرستان اور دیگر علاقوں تک بڑھانا مزید المیوں کو جنم دے گا اور اس طرح مسائل کبھی حل نہیں ہوں گے۔ ملک وملت کو درپیش حالیہ سنگین ترین صورتحال میں ہمارا مولانا صوفی محمد کو بھی مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ اسلام اور وطن کی حفاظت کی خاطر نفاذِ شریعہ کی اہم ترین شرائط کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ اپنے اثر ورسوخ کو قیامِ اَمن کے لئے استعمال کریں۔ اس وقت یہ جنگ کسی مسلمان کے مفاد میں نہیں بلکہ اس سے تمام تر فائدہ ہمارا دیرینہ دشمن اُٹھا رہا ہے۔

ماضی میں بھی ملک بھر میں نفاذِ شریعت کے نعروں سے قبل تحریکِ نفاذ شریعت کو سوات میں نظامِ عدل قائم کرکے اہل وطن کو شریعت کی برکات کا عملی مظاہرہ پیش کرنے پر زور دینا چاہئے

تھا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ماہر شریعت قاضیوں کے بغیر وہ یہ اہم فریضہ کیونکر انجام دے سکتے تھے، پاکستان میں جاری نظامِ عدل تو ظالم کی رسی دراز اور مظلوم کا جینا ناممکن بنا دیتا ہے۔ صوفی محمد کا یہی تو موقف ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے لیکن اس کو نافذ کرنے والے اس کی برکات عوام تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اس سب کے باوجود ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج صوفی صاحب کا یہ غیر معمولی احترام ان سے قومی سطح پر غیر معمولی کردار کا تقاضا کرتا ہے۔ ہر فرد پر اسکے دائرۂ اختیار تک ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور چونکہ صوفی محمد متحارب طالبان پر اثر ورسوخ رکھتے ہیں، اس لئے ان سے بڑے کردار کی توقع بھی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکومت کو ہوش کے ناخن لینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں اس خانہ جنگی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین!

اعلانِ وضاحت

'مروّجہ اسلامی بینکنگ' اور 'ٹی وی چینل' کے بارے میں کراچی و دیگر شہروں کے بعض علماء واہل افتاء حضرات کا جو متفقہ فتویٰ شائع ہوا ہے، اس سے متعلق بعض تحریروں میں مجھے اس کے تائید کنندگان میں شمار کیا گیا ہے۔

مروّجہ اسلامی بینکنگ سے متعلق میرا اختلاف تو میرے شائع شدہ مضامین سے واضح ہے۔ اسی طرح ٹی وی چینل سے متعلق بھی میرا موقف اس کے حق میں نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھ کو اِس فتوے کے تائید کنندگان میں سے شمار کرنا دُرست نہیں کیونکہ میں نے نہ تو زبانی اور نہ ہی تحریری طور پر اس کی تائید کی ہے۔ واللہ اعلم

(مفتی) عبدالواحد

دارالافتاء، جامعہ مدنیہ لاہور

۲۴/ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ